امت مسلمہ کا اقتصادی ہتھیار، حکمت عملی

ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی

ڈنمارک اور اس کے بعد بعض مغربی ممالک کے اخبارات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین آمیز اور شر انگیز خاکوں کی اشاعت کی ناپاک جسارت کے پس پردہ بنیاد پرست عیسائیوں، انتہا پسند یہودیوں اور امریکا سمیت ان ملکوں کا خفیہ ہاتھ نظر آتا ہے جہاں کی حکومتیں ان بنیاد پرست اور انتہا پسند عناصر کے زیر اثر ہیں وگرنہ ڈنمارک جیسا چھوٹا ملک ان طاقتوں کی پشت پناہی کے بغیر اس مسئلے پر مسلمان ملکوں کے سفیروں سے ملنے کی درخواست مسترد کرنے کی جسارت کر ہی نہیں سکتا تھا۔

خوفناک سازش ' مذموم مقاصد

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کرنے والوں کے مذموم مقاصد اس خوفناک سازش کا حصہ ہیں جس کے تحت نہ صرف اسلامی دنیا کے خلاف سماجی معاشرتی ' سیاسی' عسکری' فکری' ثقافتی' تعلیمی اور تہذیبی محاذوں پر بھرپور یلغار کی جارہی ہے بلکہ مسلمانوں کے تشخص کو نقصان پہنچانے' مسلمانوں میں انتشار و مایوسی پھیلانے' ان کے مادی وسائل پر قبضہ کرنے، انکی معیشتوں کو اپنا دست نگر بنانے' مسلمانوں کی سوچ' اقدار' سیاسی و تعلیمی نظام اور فلسفہ زندگی میں ایک طے شدہ منصوبے کے تحت تبدیلیاں لانے کے لیے اقدامات اٹھائے جارہے ہیں، ان ناپاک عزائم میں سے چند یہ ہیں:

(۱) اسلامی ملکوں اور یورپی یونین کے موجودہ خوشگوار تعلقات کو خراب کرنا۔ یورپی یونین کے اہم ملکوں نے عمومی طور پر عراق پر امریکی حملوں کی مخالفت کی تھی ۔ اس بات کا امکان رہا ہے کہ امریکہ کی ایران کے خلاف جارحانہ کارروائیوں کی یورپی یونین مزاحمت کرے گی ۔ امریکہ کی استعماری پالیسیوں سے بیشتر اہم یورپی ممالک، چین اور روس بھی پریشان نظر آرہے ہیں چنانچہ اس بات کا امکان ہے کہ اسلامی ممالک ان ملکوں کے ساتھ مل کر اگلی دو یا تین دہائیوں میں امریکہ مخالف ایک طاقتور بلاک تشکیل دے سکتے ہیں۔ ان خاکوں کی اشاعت سے یورپی یونین اور عالم اسلام کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی ہے جو کہ امریکہ کے مفاد میں ہے۔

(۲) یہودیوں کے مذموم مقاصد کے حصول میں معاونت کرنا۔ ان قابل نفرت خاکوں کی اشاعت سے تہذیبوں کے درمیان تصادم کے امکانات بڑھ گئے ہیں جبکہ عیسائیت اور اسلام کے درمیان تصادم کی راہ ہموار ہونے کی سمت میں پیشرفت کے بھی خطرات بڑھے ہیں۔ یہودی اس صورتحال پر خوش نظر آتے ہیں۔

(۳) یورپی یونین اور عالم اسلام میں کشیدگی پیدا کر کے امریکہ کے اس عزم کو تقویت پہنچانا جس کے تحت وہ اس صدی میں اپنی واحد سپر پاور کی پوزیشن کو ہر حال میں برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

(۴) اسلامی سربراہ کانفرنس تنظیم (او آئی سی) کا ایک مرتبہ پھر امتحان لینا کہ وہ اس قسم کی شرانگیزی کے خلاف مؤثر اقدامات اٹھانے کی سکت رکھتی ہے یا نہیں تاکہ آئندہ اس قسم کی مزید حرکتیں کرنے یا نہ کرنے کی منصوبہ بندی کی جاسکے۔ واضح رہے کہ اپنے قیام کے بعد سے اب تک او آئی سی مسلمان ملکوں کو درپیش چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے کوئی مؤثر حکمت عملی وضع کرنے اور معنیٰ خیز اقدامات اٹھانے سے بوجوہ گریزاں رہی ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ برقرار رہے کہ او آئی سی کی کچھ قراردادوں اور اقدامات سے عملاً استعماری طاقتوں کے مفادات کا تحفظ ہی ہوا ہے۔

(۵) ان خاکوں کی اشاعت سے اسلامی دنیا میں ہونے والے جذباتی اور ممکنہ طور سے کہیں کہیں پرتشدد احتجاجی مظاہروں کی بڑے پیمانے پر تشہیر کرنا خصوصاً مغربی ملکوں کے عوام کو ایک مرتبہ پھر یہ باور کرانا کہ مسلمان تو ہوتے ہی دہشت گرد ہیں واضح رہے کہ نائن الیون کے بعد سے یہ مذموم مہم جاری ہے۔

(۶) مسلمان ملکوں میں مایوسی و بددلی پیدا کرنا اور بہت سے اسلامی ملکوں کی حکومتوں اور ان کے عوام کے درمیان اعتماد کے بحران کو مزید سنگین بنانا۔ یہ بات کوئی راز نہیں کہ اس قسم کے معاملات میں مسلمان ملکوں کے عوام، مذہبی جماعتوں اور کچھ سیاسی جماعتوں کا ردعمل انتہائی شدید اور جذباتی ہوتا ہے جبکہ بیشتر اسلامی ملکوں کے حکمران خود اور او آئی سی مختلف وجوہات کی بناء پر مصلحت پسندی اور بے عملی کا شکار رہے ہیں۔

(۷) یورپ اور امریکہ میں رہائش پذیر مسلمانوں کے ممکنہ طور پر ہونے والے احتجاجی اقدامات کو بہانہ بنا کر ان کے خلاف کارروائیاں کرنے کی راہ ہموار کرنا یا ان کے لیے ایسے حالات پیدا کرنا کہ وہ خود ان ممالک سے رخت سفر باندھ لیں۔

امت مسلمہ کے ہر فرد، مسلمان ممالک کی حکومتوں اور او آئی سی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے انفرادی یا اجتماعی فعل یا ردعمل سے ان مقاصد کی جزوی تکمیل کا بھی دانستہ یا غیر دانستہ ذریعہ نہ بنیں۔ او آئی سی کے سربراہی اجلاس کے بعد 8 دسمبر 2005ء کو جو ’اعلان مکہ‘ جاری کیا گیا تھا۔ اس سے امت مسلمہ کو عمومی طور سے مایوسی ہوئی تھی کیونکہ اس میں ’’دہشت گردی کے خلاف جنگ‘‘ میں غیر مشروط طور پر بھرپور

کردار ادا کرنے کی بات تو کی گئی تھی مگر دہشت گردی کی متفقہ تعریف کرنے' افغانستان سے اتحادی افواج کے انخلاء اور ان کی جگہ اسلامی ملکوں کی فوج کی تعیناتی اور عراق سے اتحادی افواج کی واپسی کے نظام الاوقات کا اعلان کرنے کا کوئی مطالبہ شامل نہیں تھا۔

ستمبر 2005ء میں توہین رسالت پر مبنی خاکے ڈینش زبان میں چھپنے والے ڈنمارک کے ایک اخبار میں شائع ہوئے تھے لیکن او آئی سی اور مسلمان ملکوں کی حکومتوں نے کئی ماہ تک اس کا نوٹس نہیں لیا چنانچہ ڈنمارک اور یورپ کے کچھ اخبارات میں ان اشتعال انگیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاجی مظاہروں میں کہیں کہیں تشدد کا جو عنصر شامل ہوا ہے اس کی وجہ او آئی سی اور مسلمان حکومتوں کی بے عملی اور بے حسی سے پیدا ہونے والی بددلی اور مایوسی بھی ہے۔ اگر او آئی سی اور پاکستان سمیت اسلامی ملکوں کی حکومتیں اس ضمن میں مؤثر کارروائی کرنے کا بروقت اشارہ ہی دے دیتیں تو ان احتجاجی مظاہروں میں تشدد کے عنصر کو شامل ہونے سے بڑی حد تک روکا جاسکتا تھا۔ اب یہ از حد ضروری ہے کہ احتجاج پروقار اور پرامن رہیں۔

مثبت و منفی آراء' ایک جائزہ:

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے بعد مغرب کے مثبت اور منفی آراء سامنے آئی ہیں، ان کا سرسری جائزہ مسلم امہ کو حکمت عملی وضع کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔ چند مثبت آراء یہ ہیں:

(۱) آسٹریا کے صدر نے کہا ہے کہ ذرائع ابلاغ کو مسلمانوں کے توہین رسالت کے نظریہ کی پاسداری کرنا چاہئے۔

(۲) سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے یورپی اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ مذہبی اور اخلاقی اقدار کے خلاف ہیں۔ انہوں نے متعلقہ ممالک پر زور دیا کہ وہ ان خاکوں کو شائع کرنے والوں کو سزا دیں۔

(۳) پاکستان میں متعین جرمنی کے سفیر نے کہا کہ یورپ میں اخبارات کنٹرول کرنے کا کوئی نظام یا قانون نہیں ہے جس کی وجہ سے اخبارات قابل اعتراض مواد بھی چھاپ دیتے ہیں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ اقوام متحدہ کی اصلاح کی جائے اور اسلامی ملکوں اور تیسری دنیا کے ملکوں کو زیادہ منصفانہ نمائندگی دی جائے۔ انہوں نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ او آئی سی اور یورپی یونین مل کر اس نمائندگی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔ تا کہ بہت سے مسائل کا حل تلاش کیا جاسکے۔

(۴) دولت مشترکہ کے سیکریٹری جنرل کا کہنا ہے کہ دولت مشترکہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دنیا میں آزادئ اظہار ہونا چاہئے، مگر اس کے ساتھ ذمہ داری کا احساس بھی یقینی طور پر ہونا چاہئے تا کہ کسی فرد، قوم یا مذہب کی ہتک نہ ہو۔

(۵). ناوتجین کرسچین ایڈ نے کہا ہے کہ ناروے کے عیسائیوں نے سب سے پہلے توہین آمیز کارٹون کی اشاعت کی مذمت کی تھی۔ واضح رہے کہ ناروے کی حکومت نے اپنے ملک کے اخبار میں ان خاکوں کی اشاعت پر معافی مانگ لی ہے۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے ضمن میں منفی اور جارحانہ بیانات میں سے کچھ یہ ہیں :

(۱) یورپی یونین نے کہا ہے کہ ڈنمارک پر حملہ یورپی یونین کے تمام ملکوں پر حملہ تصور ہوگا جبکہ یورپی کمیشن کے صدر نے تنبیہ کی کہ کچھ مسلمان ملکوں کی جانب سے ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ دراصل یورپ کی مصنوعات کا بائیکاٹ تصور ہوگا۔

(۲) اسلام آباد میں متعین ڈنمارک کے سفیر (جو ڈنمارک کا سفارت خانہ عارضی طور پر بند ہونے سے پاکستان سے جاچکے ہیں) نے کہا تھا کہ ڈنمارک سے مسلم ممالک کو کی جانے والی برآمدات ان کے ملک کی برآمدات کا صرف 3.2 فیصد ہیں، چنانچہ مسلم ممالک کی جانب سے ان کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا ڈنمارک پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(۳) یورپی یونین کی اسمبلی نے 16 فروری 2006ء کو ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آزادیٔ اظہار اور آزادیٔ صحافت ایک عالمگیر حق ہے اور اس حق پر اس وجہ سے قدغن نہیں لگائی جاسکتی کہ اس سے کوئی فرد یا گروپ ناراض ہوتا ہے۔ قرارداد میں مزید کہا گیا ہے کہ اگر کسی کو کوئی شکایت یا تکلیف پہنچی ہے تو وہ اس کے ازالہ کے لیے عدالت سے رجوع کرے۔

(۴) یورپی یونین کے صدر نے ڈنمارک کے وزیر اعظم کے خاکوں کی اشاعت پر مسلمانوں سے معافی نہ مانگنے کے فیصلے کی حمایت کی ہے۔

(۵) وہائٹ ہاؤس کے ترجمان نے کہا ہے کہ کچھ مسلمان ملکوں میں پرتشدد احتجاجی مظاہروں سے مسلمانوں کے اس دعوے کی تردید ہوگئی ہے کہ وہ امن پسند ہیں۔

(۶) امریکا کے صدر جارج بش نے کارٹونوں کی اشاعت کے حوالے سے پریس کی آزادی پر زور دیتے ہوئے کہا کہ کچھ لوگ کارٹونوں کی اشاعت کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کررہے ہیں۔

ان خاکون کی اشاعت کے خلاف عالم اسلام کے زبردست ردعمل کے بعد خاکے شائع کرنے والے ڈینش زبان میں شائع ہونے والے ڈنمارک کے اخبار ''یالینڈز پوسٹن'' نے اگرچہ بہت زیادہ تاخیر سے دنیا بھر کے مسلمانوں سے معافی مانگی ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ یہ خاکے ڈنمارک کے قانون کے اندر رہتے ہوئے چھاپے گئے تھے اور یہ خاکے ''سنجیدہ ومتین'' تھے۔

عالم اسلام کی معاشی و اقتصادی صورت حال

اسلامی دنیا کی معاشی واقتصادی صورتحال کے ضمن میں مندرجہ ذیل اعداد وشمار بہت کچھ سوچنے کے لیے مواد فراہم کرتے ہیں۔

(۱) اسلامی ملکوں کی مجموعی آبادی 1.44 ارب ہے جبکہ کرہ ارض پر 6.47 ارب افراد رہائش پذیر ہیں یعنی اسلامی ملکوں کی آبادی دنیا کی آبادی کا 22.26 فیصد ہے۔

(۲) دنیا کی آبادی میں 22.26 فیصد حصہ اور تیل وگیس کی پیداوار میں 70 فیصد حصہ ہونے کے باوجود دنیا کی جی ڈی پی میں اسلامی ممالک کا حصہ صرف 5 فیصد اور عالمی تجارت میں ان کا حصہ صرف 8 فیصد ہے حالانکہ ان کا حصہ 20 فیصد سے زیادہ ہونا چاہیئے۔

(۳) آبادی کے لحاظ سے اسلامی دنیا کے چار بڑے ممالک انڈونیشیا، پاکستان' بنگلہ دیش اور نائیجیریا ہیں۔ان چاروں ملکوں کی مجموعی آبادی مسلمان ملکوں کی مجموعی آبادی کا تقریباً 46 فیصد ہے۔یہ امر یقیناً افسوسناک ہے کہ یہ چاروں ملک دنیا کے بدعنوان ترین ملکوں میں شامل ہیں۔

(۴) ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کی اکتوبر 2005ء کی رپورٹ کے مطابق شفافیت کے اعتبار سے دنیا کے 158 ملکوں میں بنگلہ دیش 158 ویں نمبر پر ہے یعنی یہ دنیا کا سب سے زیادہ بدعنوان ملک ہے۔اس کے بعد نائیجیریا 152 ویں نمبر پر پاکستان 144 ویں نمبر پر اور انڈونیشیا 137 ویں نمبر پر ہے۔دنیا کے 25 شفاف ترین ملکوں میں کوئی اسلامی ملک شامل نہیں ہے۔دنیا کے 16 بدعنوان ترین ملکوں میں سے 9 مسلمان ملک ہیں۔ یہ ممالک بنگلہ دیش' چاڈ' ترکمانستان' نائیجیریا' آوری کوسٹ' تاجکستان' سوڈان' سومالیہ اور پاکستان ہیں۔

(۵) انسانی وسائل کی ترقی کے لحاظ سے اسلامی ملکوں کی تقریباً 96 فیصد آبادی نچلے درجے پر آتی ہے۔

(۶) مسلمانوں کے مغربی ممالک کی بینکوں وغیرہ میں تقریباً 1100 ارب ڈالر کی رقوم جمع ہیں جبکہ مسلمان ممالک نے عالمی مالیاتی اداروں سمیت مختلف ملکوں سے صرف تقریباً 850 ارب ڈالر کے قرضے لیے ہوئے ہیں گویا مسلمانوں کی جمع شدہ رقوم کا ایک حصہ بطور قرض دیکر یا عالمی مالیاتی اداروں سے دلوا کر مغربی استعماری طاقتیں خصوصاً امریکا مسلمان ملکوں سے اپنی سیاسی ومعاشی شرائط منواتے رہے ہیں۔

(۷) دنیا کی مجموعی تجارت میں اسلامی ممالک کا حصہ تقریباً 8 فیصد ہے۔مسلمان ملکوں کی آپس میں تجارت کا حصہ صرف تقریباً 13 فیصد ہے جبکہ 87 فیصد تجارت وہ غیر اسلامی ملکوں کے ساتھ کرتے ہیں جس میں یورپی یونین کے ساتھ تجارت کا حصہ تقریباً 60 فیصد ہے۔یورپی ممالک میں مسلمانوں کی مجموعی آبادی تقریباً 60 لاکھ ہے۔

(۸) گزشتہ مالی سال میں پاکستان کی بیرونی تجارت کا حجم 35 ارب ڈالر تھا جس میں یورپی یونین کے ساتھ 7.2 ارب ڈالر کی تجارت کا حجم بھی شامل ہے۔ (4.1 ارب ڈالر کی برآمدات اور 3.1 ارب ڈالر کی درآمدات)۔ پاکستان کی بیرونی تجارت کا تقریباً 21 فیصد یورپی یونین کے ساتھ ہے۔ پاکستان کے بڑے بڑے صنعتی وتجارتی ادارے بشمول کثیر القومی (ملٹی نیشنل) ادارے اور صنعت وتجارت سے وابستہ کچھ لیڈر صاحبان مذہبی جماعتوں کی جانب سے یورپی یونین کی مصنوعات کے بائیکاٹ کے مطالبہ سے پریشان نظر آتے ہیں اگرچہ ان کا کوئی باقاعدہ ردعمل سامنے نہیں آیا۔ امریکا میں تقریباً 10 لاکھ پاکستانی رہائش پذیر ہیں جنکی مجموعی آمدنی کا تخمینہ تقریباً 40 ارب ڈالر سالانہ ہے جبکہ یہ لوگ تقریباً 8 ارب ڈالر سالانہ بچاتے ہیں۔

(۹) امت مسلمہ مذہب سے دور ہوتی جارہی ہے اور مسلم حکمران اسلامی تعلیمات کے ضمن میں معذرت خواہانہ رویہ اپناتے نظر آتے ہیں۔ اسلامی نظام معیشت سے فرار اور سودی نظام پر اصرار کیا جارہا ہے جبکہ اسلامی بنکاری کو سودی نظام کے نقش قدم پر چلایا جارہا ہے۔ اسی پر بس نہیں بہت سے ملکوں میں اسلامی بنکاری کے نام پر جمع شدہ رقوم کو مغرب میں رکھا جارہا ہے۔ امت مسلمہ انتشار کا شکار ہے اور ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی ہے۔

(۱۰) کچھ مسلمان ملکوں کے حکمران اپنا اقتدار برقرار رکھنے اور اس کو طول دینے کے لیے مغرب کے آشیر باد پر انحصار کرتے ہیں اور وہ اپنے اکنامک منیجرز بھی ان افراد کو منتخب کرتے ہیں جو مغربی طرز فکر کی نمائندگی کرتے ہیں چنانچہ ان ممالک میں ''وائسرائے'' اور ''مالیاتی وائسرائے'' موجود ہیں۔

(۱۱) تعلیم اور ٹیکنالوجی میں بہت پیچھے ہونے کی وجہ سے بہت سے اسلامی ممالک اپنے دفاع کیلئے بھی مغرب پر انحصار کرنے پر مجبور ہیں۔ انسانی وسائل کی ترقی کے لیے اقدامات اٹھانا بیشتر اسلامی ملکوں کی ترجیحات میں شامل نہیں ہے۔

(۱۲) گزشتہ چھ برسوں کی غیر دانشمندانہ پالیسیوں کی وجہ سے پاکستان میں معیشت کے کچھ شعبوں میں مزید ابتری آئی ہے۔ اکتوبر 1999ء کے بعد سے ملک میں افراط زر بڑھا ہے' تجارتی خسارہ اور غربت میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ نجکاری کے نام پر منفعت بخش اور حساس اداروں کو غیر ملکیوں کے ہاتھ فروخت کرنے سے قومی سلامتی کے لیے خطرات پیدا ہوئے ہیں اور یہ بھی خدشہ ہے کہ کسی بھی وقت ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بھارت نژاد مغربی شہریت رکھنے والے افراد ان اداروں کو خرید سکتے ہیں۔ پاکستان کی معیشت میں غیر ملکیوں اور ملٹی نیشنل اداروں کا عمل دخل بڑھا ہے جبکہ حکومت کے معاشی ماہرین مغربی سوچ رکھتے ہیں چنانچہ خدشہ ہے کہ معاشی بائیکاٹ کا فیصلہ کرنے اور اس پر عمل درآمد کرنے میں خود ملک کے اندر مزاحمت ہوسکتی ہے۔

............☆☆☆............